علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۶

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔(اِدارہ)

نوائے وقت کی بے وقت راگنی اَور مدنی رحمہ اللہ فارمولا

(جس کی تلخیص روزنامہ جنگ لاہور کی تین اقساط میں ۱۵/۱۶/۱۷/دسمبر ۸۳ء کو شائع ہوئی)

نوائے وقت مؤرخہ ۱۴/نومبر ۸۳ء کے صفحہ نمبر ۱۱ پر سیٹھی صاحب کے مضمون کی وجہ صرف اِتنی ہے کہ وہ ایک اختلافی شوشا چھوڑ کر سوال و جواب کا سلسلہ شروع کریں اَور ایم آر ڈی میں شامل علماء کو اپنی طرف متوجہ کر کے حکومت کی حتی المقدور مدد کریں اسی لیے اُنہوں نے تلخ زبان استعمال کی۔لیکن اُنہیں یہ اَندازہ شاید نہ ہوگا کہ حضرت مدنی قدس اللہ سرہُ العزیز کی شخصیت اِتنی عظیم ہے کہ اُن کے شاگرد اَور متوسلین ومعتقدین ایم آر ڈی ہی میں نہیں بلکہ پاکستان کی ہر جماعت میں موجود ہیں اَور پاکستان میں آباد اَور بڑے مدارس میں شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہو جہاں اُن کے بِلا واسطہ یا بالواسطہ تلامیذ موجود نہ ہوں۔

سیٹھی صاحب کو تعجب ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو صدیقی صاحب نے بزرگ اَور ولی کیونکر شمار کر لیا حالانکہ سیٹھی صاحب اگر اُن کے حالات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرتے تو اُنہیں معلوم ہوتا کہ وہ چشتی صابری نقشبندی مجددی اَور طریقۂ قادریہ وسہروردیہ ہر چار سلسلوں میں مجاز تھے شیخ الطریقہ تھے اَور اپنے تمام خلفاء کو منتہاءِ تصوف یعنی مراقبۂ ذاتِ مقدسہ (احسان) تک تعلیم فرمایا کرتے تھے، اُنہیں سلوک وتصوف میں اپنے دور میں بہت بڑا مقام حاصل تھا۔اسی لیے خداوندِ کریم نے اُنہیں وہ مقبولیت عطاء کی جو اَولیاء کرام میں بہت بڑے بڑے اَولیاء کو ہی حاصل تھی۔اُن کے گرد بیعت ہونے والوں کا اِتنا مجمع ہوتا تھا کہ وہ لاؤڈ سپیکر

پر بیعت فرماتے تھے، پانچ ہزار سے آٹھ ہزار بیک وقت بیعت ہونے والوں کا اَندازہ تحریر کیا گیا ہے جس کی مثال قریب میں نہیں ملتی۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے بیک وقت بیعت ہونے والوں کی تعداد دس ہزار تک بتلائی گئی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ تعداد بیعتِ جہاد کرنے والوں کی ہو لیکن حضرت مدنیؒ سے بیعت ہونے والے بیعتِ طریقت کرتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے پاس حضرت مدنیؒ کی تصوف و سلوک کے موضوع پر چند تقاریر ٹیپ تھیں جنہیں وہ آخرِ حیات تک سنتے رہے۔ کیونکہ مفتی صاحبؒ خود بھی کامل صوفی تھے اُنہوں نے سلسلہ نقشبندیہ میں تکمیلِ سلوک کی تھی رحمہما اللہ رحمۃً واسعۃً۔ اَور یہ بات شاید سیٹھی صاحب کو معلوم نہ ہو کہ نظامی صاحب کے محبوب اَور ممدوح مولانا عبدالماجد دریابادی حضرت مدنیؒ سے ہی بیعت تھے۔

۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں آپ براعظم ایشیاء میں علومِ دینیہ کے سب سے بڑے مرکز کے سب سے بڑے درجہ کے مدرس یعنی شیخ الحدیث مقرر ہوئے اَور ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء تک اِسی مسند پر درسِ حدیث دیتے رہے۔ جن حضرات نے اَب سے ستاون سال قبل دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی ہے وہ اگر زندہ ہیں تو آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

سیٹھی صاحب نے استفسار کیا ہے کہ سلہٹ میں جہاں یہ واقعہ پیش آیا وہاں کون صاحب میزبان تھے۔ اِس کے جواب کے لیے پورا واقعہ نقل کررہا ہوں۔

مولانا رشید احمد صاحب صدیقی (کلکتہ) لکھتے ہیں :

> مختلف مقامات پر حضرتؒ کی تقریروں کے پروگرام بنانا اَور آپ کے متعلق سفر کے انتظامات کرنا راقم الحروف سے متعلق تھا۔ بہرکیف ہمارا قافلہ ۳؍ مارچ کی شام کو گوپال پور تھانہ بیگم گنج پہنچا۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی مولانا نافع گل اَور دیگر چار پشاوری طالب علم ہمراہ تھے۔
>
> چوہدری رازق الحیدر چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ نواکھالی کے دولت کدہ پر قیام ہوا۔ دُوسرے دِن ایک عظیم الشان جلسہ میں انتخابی تقریر کرنی تھی۔ نمازِ عشاء کے بعد

گیارہ بجے طعام تناول کیا اَور تقریباً بارہ بجے سونے کی غرض سے آرام فرمانے لگے۔

راقم الحروف پاؤں دباتا رہا کچھ دیر کے بعد آپ کو نیند آ گئی اَور ہم لوگ دُوسرے کمرے میں ضروری کام کرنے لگے۔

تقریباً دو بجے شب کو راقم الحروف اَور چوہدری محمد مصطفیٰ انسپکٹر مدارس (ریٹائرڈ) کو طلب فرمایا۔ ہم دونوں فوراً حاضر خدمت ہوئے۔ اِرشاد فرمایا کہ لو بھئی اصحابِ باطن نے ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ کردیا اَور ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال اور پنجاب کو بھی تقسیم کردیا۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ اَب ہم لوگ جو تقسیم کے مخالف ہیں، کیا کریں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہم لوگ ظاہر کے پابند ہیں اَور جس بات کو حق سمجھتے ہیں اُس کی تبلغ پوری قوت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ دُوسرے دن گوپال پور کے عظیم الشان جلسہ میں تقسیم کی مضرتوں پر معرکہ آرا تاریخی تقریر اِرشاد فرمائی اَور ایک سال چار ماہ بعد ۳/جون ۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل ہند کے غیر متوقع اعلان سے اِس واقعہ کی حرف بحرف تصدیق ہوگئی۔ یہ واقعہ اوائل ۱۹۴۶ء میں پیش آیا۔

ملاحظہ ہو شیخ الاسلام نمبر روزنامہ الجمعیۃ دہلی، خصوصی شمارہ جلد نمبر ۴۳ بروز ہفتہ ۲۵/رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵/فروری ۱۹۵۸ء صفحہ نمبر ۱۶۳ و ۱۶۴

سیٹھی صاحب ملاحظہ فرمائیں۔ اِس میں میزبان کا نام بھی ہے۔ ساتھیوں کے نام بھی ہیں اَور راویوں کے بھی۔

سیٹھی صاحب نے لکھا ہے :

''حضرت مولانا مدنی اپنے تبحرِ علمی کے باوجود علماءِ ظواہر میں سے تھے اور ایک خالص سیاسی شخصیّت تھے۔''

سیٹھی صاحب نے اگر تصوف کا مطالعہ کیا ہوگا تو وہ یہ بات باآسانی سمجھ سکیں گے کہ اَولیاء کرام کی

دو قسمیں ہیں ایک اصحابِ اِرشاد اور دُوسرے اصحابِ تکوین، اصحابِ ارشاد جتنے بھی ہوں قطب الارشاد تک سب کے سب ظاہر شریعت پر ہی چلنے کے پابند ہوتے ہیں۔ اُن پر جذب کا قطعاً بھی اثر نہیں ہوتا وہ اصحابِ صحو ہوتے ہیں متیقظ اور بیدار مغز اور یہ فرق قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ (پندرہویں پارہ کا آخری اور سولہویں پارہ کا پہلا رکوع دیکھ لیں)

(۲) سیٹھی صاحب کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خالص سیاسی شخصیّت نظر آرہے ہیں۔ سیاسی ہونا بھی عیب نہیں ہے بنی اسرائیل کی سیاست کے فرائض انبیاء کرام انجام دیا کرتے تھے کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ. (بخاری ص ۴۹۱ ج ۱)

سیٹھی صاحب نے لکھا ہے :

''لیکن جہاں تک انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دینے کے بعد کے حالات میں مسلمانوں کی پوزیشن کا تعلق تھا وہ اِس مسئلہ کو ملتوی رکھنا چاہتے تھے کہ آزادی کے بعد ہندوؤں سے معاملہ کرلیا جائے گا۔''

سیٹھی صاحب جیسے اور بھی لوگ ہو سکتے ہیں جنہیں تاریخ کا پورا علم نہ ہو اِس لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا خیال کرتے ہوں گے جبکہ حقیقت اِس کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جماعت جمعیۃ علماء ہند کا موقف یہ تھا کہ ''تقسیم ہند'' ہندوستان کے سب مسلمانوں کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ تقسیم سے اُن علاقوں کو فائدہ پہنچے گا جہاں مسلمان پہلے ہی سے تعداد میں زیادہ ہیں اور وہ فائدہ بھی مکمل نہ ہوگا کیونکہ اِن علاقوں کی مسلم آبادی ۵۵ء۵ ہے اور غیر مسلم آبادی ۵ء۴۴ ہے۔ غیر مسلم آبادی مؤثر ترین اقلیت ہوگی (اگر پاکستانی علاقوں سے غیر مسلم نہ جاتے تو یہی تناسب تھا) اُدھر جو صوبے ہندوستان میں رہ جائیں گے اُن کی مسلم آبادی بہت دُشواریوں میں گھر جائے گی اور وہ ضعیف اقلیت بن کر دُوسروں کے رحم وکرم پر رہ جائیں گے اور تقسیم کے بعد پاکستان ایسا ہی ایک پڑوسی ملک ہو جائے گا جیسے افغانستان اور ایران۔

لیکن قائداعظم نے اِن نظریات کا جواب کانپور اسٹوڈینٹس فیڈریشن کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے یہ دیا تھا :

''میں اکثریت کے ساڑھے سات کروڑ مسلمانوں کی آزادی کی خاطر مسلم اقلیّت والے صوبوں کے ڈھائی کروڑ[1] مسلمانوں کو قربان کر کے ان کے مراسم تجہیز و تکفین ادا کرنے کو تیار ہوں۔'' (سہ روزہ اَخبار مدینہ، بجنور یو پی ۹ر جولائی ۴۴ء بحوالہ کشفِ حقیقت ص ۵۸ مصنفہ حضرت مدنی ؒ)

اِس سے بہت پہلے احمد آباد کی تقریر میں فرمایا تھا :

''اقلیت والے صوبوں پر جو گزرتی ہے گزر جانے دو لیکن آؤ ہم اپنے اُن بھائیوں کو آزاد کرادیں جو اکثریت کے صوبوں میں ہیں تاکہ شریعتِ اسلامی کے مطابق وہاں آزاد حکومت قائم کر سکیں۔'' (ایمان لاہور مؤرخہ ۲۸ر فروری ۱۹۴۰ء پاکستانی نمبر بحوالہ کشفِ حقیقت ص ۵۹)

معلوم ہوا کہ یہ نکتہ کہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کا کیا ہوگا؟ اِن کے لیے کون سا فارمولا مفید رہے گا۔ ۴۰ء سے بھی پہلے سے مدارِ فکر چلا آرہا تھا۔ جمعیۃ کے حضرات یہ بھی برابر کہتے رہے ہیں کہ سب یکجا مل کر بیٹھیں اور اِس مسئلہ پر غور کر کے ایک بات طے کرلیں ہر پہلو پر بحث و تمحیص کے بعد جو کچھ طے ہو اُس پر سب متفق ہو کر چلیں۔ (ملاحظہ ہو کشفِ حقیقت کا آخری صفحہ)

حضرت مدنی ؒ جمعیّت علماء ہند کے صدر تھے اَور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظمِ اعلیٰ (ناظمِ عمومی) تھے۔ آیئے آپ کو اُن کی اُس زمانہ کی ایک تحریر دکھلائیں جس سے اُمید ہے آپ کی تاریخی معلومات میں اضافہ ہوگا اور یہ بھی کھل کر سامنے آجائے گا کہ جمعیت کا موقف کیا تھا۔ کیا اُن کا موقف وہ تھا جو بقول سیٹھی صاحب کانگریس کہتی تھی یا اپنا جدا فارمولا تھا اور وہ آخر تک چاہتے رہے تھے کہ مسلمان سب مل کر بیٹھیں اور حل نکالیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن تحریر فرماتے ہیں :

---

[1] تقریر میں اُنہوں نے یہی فرمایا تھا ورنہ اُس وقت اِنڈیا میں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ تھی اور اَب وہ کم اَز کم بارہ کروڑ ہیں۔

صحیح طریقہ کار

آخر میں بصد عجز و اِلحاح پاکستانی اور لیگی حضرات کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ صحیح طریقہ کار وہ نہیں ہے جو مسلم لیگ کے قائدِ اعظم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ مسلم مفاد کے لیے سب سے بہتر طریق کار یہ ہے کہ تمام مسلم جماعتیں پارٹی بازی یا جماعتی برتری کے غیر اسلامی تصور سے بالاتر ہو کر ایک جگہ بیٹھیں اور پھر دیانت و سنجیدگی کے ساتھ تمام پیش کردہ مسلم اِسکیموں پر غور کریں تاکہ سب مسلمان ایک نقطے پر جمع ہو کر متفقہ طور سے ایک مُسلَّم مطالبہ حکومت اُور کانگریس کے سامنے پیش کر سکیں اور کسی جماعت اور کسی پارٹی کو اِس سے اختلاف نہ ہو۔

چونکہ جمعیۃ علماء ہند بار بار اِس اقدام کے لیے مسلم لیگ کو خصوصیّت کے ساتھ دعوت دے چکی ہے اس لیے اَب مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ اِس دعوت کو قبول کرنے کا اعلان کرے ورنہ تو ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ حالت کا نتیجہ محض یہ ہے کہ صرف (انگریز) حکومت اِس سے فائدہ اُٹھا رہی ہے اور خدا جانے کب تک اُٹھاتی رہے گی، وہ کبھی پاکستانی حضرات کو طِفل تسلّی دیتی رہے گی اور کبھی کانگریسوں کو سراہنے لگے گی۔

اگر میری اِس گزارش کو نیک خواہی پر محمول کر کے اِس صحیح طریق کار کو اختیار کر لیا جائے تو اگرچہ آج ہندوستان کو ڈومی نین اسٹیٹس (درجہ نوآبادیات) سے زیادہ نہ ملے۔ مگر اِس کے بعد وہ وقت بھی جلد ہی آجائے گا جب تھوڑی سی جدوجہد سے ہمارا یہ ملک آزادیٔ کامل کی منزل تک بھی پہنچ جائے گا۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

جمعیۃ علماء ہند کا فیصلہ : پورا ہندوستان ہمارا پاکستان ہے

ہم ذیل میں جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس لاہور ۴۲ء کا فیصلہ اور اُس کے بعد کی اضافہ کردہ تشریح درج کرتے ہیں تاکہ ہر ایک انصاف پسند طالبِ حق یہ فیصلہ کر سکے کہ جمعیۃ علماء

صرف نفی کے پہلو پر عامل نہیں بلکہ پاکستان کے مقابلہ پر ایک ایسا حل بھی پیش کرتی ہے جس سے مسلمانوں کو وہ تمام فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جو تحریکِ پاکستان کے حامی پیش کرتے ہیں۔ مزید برآں پورے ہندوستان میں اِن کی قوت اور اِن کا رُسوخ باقی رہتا ہے (ذیل میں فیصلہ ملاحظہ فرمائیے جو اِجلاس سہارنپور میں ہوا) :

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاسِ عام اِس جمود و تعطل کی حالت کو ملک و قوم کے لیے نہایت مضر اور ملّی حیات و ترقی کے لیے مہلک سمجھتا ہے۔ وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ ملک کی تمام معتدبہ جماعتیں اور عام پبلک حصولِ آزادی کے لیے بے چین و مضطرب ہے اور ہر جماعت اپنی اپنی جگہ اور تمام افراد مختلف خیالات اور فارمولے تجویز کر رہے اور شائع کر رہے ہیں۔ مجلسِ عاملہ اپنی رائے اجلاس لاہور منعقدہ ۴۲ء کی تجویز ۴ میں ظاہر کر چکی ہے، آج پھر اُس کی تجدید کرتی ہے اور اُس کے آخری حصّہ کی رفع اجمال کی غرض سے قدرے توضیح کر دینی مناسب سمجھتی ہے۔ یہ بات بدیہی اور مُسلَّمات میں سے ہے کہ ہندوستان آزادی کی نعمت سے اُس وقت تک متمتع نہیں ہوسکتا جب تک ہندوستان کی طرف سے متفقہ مطالبہ اَور متحدہ محاذ قائم نہ کیا جائے اور ہندوستانی کسی متفقہ مطالبہ کی تشکیل اور متحدہ محاذ قائم کرنے میں جتنی دیر لگائیں گے اُسی قدر غلامی کی مدت طویل ہوتی جائے گی۔ جمعیۃ علماءِ ہند کے نزدیک تمام ہندوستانیوں کے لیے عمومًا اور مسلمانوں کے لیے خصوصًا یہ صورت مفید ہے کہ وہ حسبِ ذیل نکات پر اِتفاق کر لیں اور اِسی بنیاد پر حکومتِ برطانیہ کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کر دیں۔

(الف) ہمارا نصب العین آزادیٔ کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے، اُن کا مذہب آزاد ہوگا، مسلم کلچر اَور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگی، وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

(ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خودمختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں گے اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے مگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔

تشریح : اگرچہ اِس تجویز میں بیان کردہ اصول اور اُن کا مقصد واضح ہے کہ جمعیۃ علماء مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں وہ بے شک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ اُس کے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصًا مسلمانوں کے لیے یہی مفید ہے مگر وفاقی حکومت کا قیام اِس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لیے حق خود اِرادیت تسلیم کرلیا جائے اور وفاق کی تشکیل اِس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی سیاسی تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی صورت پر یا اِن کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اِتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔

ہندو: ۴۵ فیصد مسلم: ۴۵ فیصد دیگر اقلیتیں: دس فیصد

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم اَرکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب

یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب وثقافت پر مخالفانہ اَثر اَنداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہوسکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم وغیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم وغیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے اَرکان کی کمیٹی کرے، یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے تنازعات کے آخری فیصلے کرے گا۔ نیز تجویز ۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم اَرکان کی ۲/۳ اَکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اُس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اَور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے طے کریں۔

نوٹ (۱) : مندرجہ بالا تجویز الف سے بشمول ''د'' تک اجلاس منعقدہ ۴۲ء میں پاس ہو چکی تھی ، اِس پر مجلسِ عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنے اجلاس منعقدہ ۳۱ / جنوری یکم و دوم فروری ۱۹۴۵ء میں تشریح کا اضافہ کیا۔ اِس کے بعد یہ پوری تجویز مع تشریح جمعیۃ علماءِ ہند کے چودھویں اجلاسِ عام بمقام سہارنپور منعقدہ ۴۔۵۔۶۔۷/ مئی میں منظور کی گئی۔

نوٹ (۲) : اِس تجویز کے ساتھ اگر مجلسِ عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس سہارنپور منعقدہ ۳/ اگست ۱۹۳۱ء کے فارمولا کی مندرجہ ذیل دفعات بھی پیشِ نظر رہیں تو آزاد ہندوستان میں آزاد اِسلام کا نقشہ ہر مسلمان کے سامنے آسکتا ہے اور وہ باآسانی یقین کر سکتا ہے کہ جمعیۃ علماءِ ہند کی تائید وحمایت سے نہ صرف یہ کہ پاکستان ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ کر رہ جائے بلکہ پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا ہے جس میں شرعی محکمے اور دارُ القضاء قائم ہوں اور پرسنل لا (یعنی شرعی احکام) کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ سے پورے ہندوستان میں نافذ ہو۔

مجلسِ عاملہ اجلاس سہارنپور کے منظور کردہ فارمولا کی چند دفعات

(۱) ہندوستان کی مختلف ملتوں کی کلچر، زبان، رسم الخط، پیشہ، مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال، عبادت گاہیں آزاد ہوں گے حکومت اِن میں مداخلت نہ کرے گی۔

(۲) دستورِ اساسی میں اسلامی پرسنل لاء کی حفاظت کے لیے خاص دفعہ رکھی جائے گی جس میں تصریح ہو گی کہ مجالسِ مُقنِّنہ اَور حکومت کی جانب سے اِس میں مداخلت نہ کی جائے گی اور پرسنل لاء کی مثال کے طور پر یہ چیزیں فُٹ نوٹ میں درج کی جائیں گی (مثلاً احکامِ نکاح، طلاق، رَجعت، عدّت، خیارِ بلوغ، تفریقِ زوجین، خلع، غبن، مفقود، نفقہ، زوجیّت، حضانت، ولایتِ نکاح وبال، وصیّت، وقف، وراثت، تکفین وتدفین، قربانی وغیرہ)

(۳) مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصل کرنے کے لیے جن میں مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے مسلم قاضیوں کا تقرر کیا جائے گا اور اُن کو اختیارات تفویض کیے جائیں گے۔

خادمِ ملّت

محمد حفظ الرحمٰن کان اللّٰہ لہٗ (ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ علماءِ ہند دہلی)

''تحریک پاکستان پر ایک نظر'' اَز صفحہ نمبر ۵۹ تا ختم

مولّفہ : حضرت علّامہ الحاج مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

ناظمِ اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماءِ ہند

ناشر : ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی، مطبوعہ دِلّی پرنٹنگ پریس

اِن اکابر کے فارمولے کے مطابق معرض وجود میں آنے والی حکومت میں مسلمان مرکز میں بڑی طاقت ہوتے اور آسام، بنگال، پنجاب، کشمیر، سرحد، سندھ اَور بلوچستان میں غالب ہوتے اور مذہبی معاملات میں اور تمام صوبائی اُمور میں خود مختار ہوتے اور اَقلیّت والے صوبوں میں اِنہیں مذہبی اُمور میں حقِ استرداد

حاصل ہوتا۔

اِس صورت میں اُن کے مجوزہ پاکستان کا نقشہ یہ ہوتا :

نوٹ: یہی وہ فارمولا تھا جسے دیکھ کر پہلے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پُر زور تائیدی کلمات لکھے تھے کہ :

''مسلمانوں کے اطمینان کے لیے اِس سے بڑھ کر اَور کوئی عمدہ تجویز نہیں۔''

اور پہلے اِس فارمولے پر مسلم لیگ بھی متفق تھی۔

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو طویل عرصہ تک ناظمِ جمعیۃ علماءِ ہند رہے پھر

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی وفات پر ناظمِ عمومی (جنرل سیکرٹری) رہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں الجمعیۃ کے مجاہدِ ملّت نمبر میں اپنے ایک طویل مضمون میں بہت سے اَحوال و واقعات قلم بند فرمائے ہیں اُن میں اِس فارمولے کا پورا خاکہ دیا ہے۔سوال یہ ہوتا ہے کہ تقسیمِ ہند سے پہلے پہلے ہر جماعت کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جو فارمولا مسلمانوں کے لیے زیادہ فلاحی سمجھے، پیش کرے۔اگر جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنا فلاحی فارمولا پیش کیا تو کیا جرم کیا؟ اِس بحث کے لیے اُن ہی تاثرات کے تحت ایک عنوان بھی قائم فرماتے ہیں کہ ''جرم کیا تھا؟'' اور پھر فارمولا بیان کرتے ہیں جو ہم بعینہٖ نقل کر رہے ہیں :

جُرم کیا تھا؟

میرے احباب اور بزرگ یہ تلخ نوائی معاف فرمائیں کہ اِس دور میں ایک بڑا ظلم جمعیۃ علماءِ ہند پر کیا جاتا رہا برطانوی مشنری جمعیۃ علماءِ ہند کے خلاف کام کر رہی تھی اور اُس کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ جمعیۃ علماءِ ہند اِس کی حریف تھی اور ہندوستان سے اِس کا نام ونشان مٹانا چاہتی تھی۔یہ مشنری پروپیگنڈے کی تمام طاقت دو باتوں پر صرف کر رہی تھی، اوّل یہ کہ کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے اور آزادی کا مطالبہ ہندوؤں کا ہے مسلمان اس کے حامی نہیں ہیں۔دُوسرے یہ کہ جمعیت علماءِ ہند اور قوم پرور مسلمان فریب خوردہ ہیں یہ کوئی مثبت پالیسی نہیں رکھتے صرف کانگریس کی ہمنوائی ان کا نصب العین ہے۔

جمعیۃ علماءِ ہند اور قوم پرور مسلمانوں کی اتنی طاقت نہیں تھی کہ برطانوی پروپیگنڈے کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر سکتے ،خصوصًا ایسی صورت میں کہ مسلمانوں کی اکثریت کو اِس پروپیگنڈے نے نہ صرف متاثر بلکہ مسحو بنا دیا تھا۔ لامحالہ جمعیۃ علماءِ ہند کی آواز ''نقارخانہ میں طوطی کی صدا'' بن کرنا کام ہوتی رہی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماءِ ہند پاکستان کا بہترین بدل تلاش کر چکی تھی اور ایک ایسا فارمولا منظور کر چکی تھی کہ وہ کامیاب ہو جاتا تو ملک کی طاقت میں یہ رَخنہ نہ پڑتا کہ ایک

ہی ملک کے دو حصّے جن کے متعلق اَب یہ کہا جا رہا ہے کہ کسی بھی حصّہ کا کامیاب دفاع اور تحفظ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک اُن دونوں کی فوجی کمان ایک نہ ہو۔ یہ دو حصّے ایک دُوسرے کے مقابلہ میں تیر و ترکش سنبھالے ہوئے ہیں اور مالیہ کا بڑا حصّہ جو تعمیر و ترقی یا کسی بیرونی طاقت کے مقابلہ پر دفاعی طاقت کے مضبوط بنانے میں صرف ہوتا، اپنے ہی ہاتھ پاؤں کے بچاؤ پر صرف ہو رہا ہے اور یہ صورت کہ بھارت کی مسلم اقلیت غضبناک اکثریت کے شکنجہ میں کسی ہوئی بے یار و مددگار رَوا ویلا کر رہی ہے، یہ افسوسناک صورت بھی پیش نہ آتی۔ غور فرمائیے جمعیۃ علماءِ ہند کے فارمولے کے اہم اجزاء یہ تھے :

(۱) صوبے خود مختار ہوں۔

(۲) مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کر دیں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(۳) اُن مشترکہ اختیارات کے علاوہ جن کی تصریح مرکز کے لیے کر دی گئی ہو باقی تمام تصریح کردہ اور غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے حوالے ہوں۔

(۴) مرکز کی تشکیل ایسے تناسب سے ہو کہ اکثریت اقلیت پر زیادتی نہ کر سکے مثلاً پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو:

ہندو : ۴۵ مسلمان : ۴۵ دُوسری اقلیتیں : ۱۰

(۵) جس مسئلہ کے متعلق مسلم ممبران کی اکثریت فیصلہ کر دے کہ اِس کا تعلق مذہب سے ہے وہ پارلیمنٹ میں پیش نہ ہو سکے۔

اِس فارمولے کا مفاد یہ ہوتا :

الف : اہم پورٹ فولیو (قلمدان وزارت) کی تقسیم مساوی طور پر ہوتی۔

ب : صوبہ سرحد، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور اگر کشمیر کو ایک صوبہ کی حیثیت دی جاتی تو صوبہ کشمیر، مذہبی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی اُمور میں قطعاً خود مختار ہوتے۔

ج : پورا صوبہ پنجاب راولپنڈی سے لے کر ضلع سہارنپور کی سرحد تک۔

د : پورا صوبہ بنگال جس کا دارالحکومت کلکتہ کا عظیم شہر ہوتا مسلم اکثریت کے زیرِ اقتدار رہتا

ہ : صوبہ دہلی اور صوبہ آسام کی سیاست اور حکومت میں مسلمانوں کا تقریباً مساوی حصّہ ہوتا کیونکہ اِن دونوں صوبوں میں مسلمان ۳۴، ۳۵ فیصدی تھے۔

و : ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمان لاوارث یتیم کی طرح نہ ہوتے کیونکہ

نمبر۱ : ملازمتوں اور اسمبلیوں میں اِن کا حصہ حسبِ سابق ۳۰ یا ۳۳ فیصدی ہوتا۔

نمبر۲ : وزارتوں میں اِن کی مؤثر شمولیت ہوتی۔

نمبر۳ : مذہبی اور تمام فرقہ وارانہ اُمور میں اِن کو حق استرداد ہوتا۔

نمبر۴ : وہ ایسے مرکز کے ماتحت ہوتے جس میں اِن کی تعداد مساوی ورنہ کم اَز کم ۳۳ فیصدی ہوتی اور تمام فرقہ وارانہ اُمور کی باگ ڈور اِن کے ہاتھوں میں ہوتی کیونکہ اسمبلی پارلیمنٹ یا کیبنٹ مسلم ممبران کی موافقت کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کر سکتی۔

اِس فارمولے کو اُس پر آشوب دور میں مسلمانوں کی اکثریت نے یا تو سُنا ہی نہیں اور اگر سُنا تو جذبات میں اِس درجہ وارفتہ تھے کہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ بہر حال ''مضٰی ما مضٰی'' اَب اِس داستانِ پارینہ سے کیا فائدہ؟ مگر مجاہدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے تذکرہ میں اِس کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ کل نہیں تو آج اَندازہ ہو سکے کہ مخالفت کرنے والے کہاں تک حق پر تھے اَور مجاہدِ ملت کی سرفروشانہ جان فشانی کس مقصد کے لیے تھی۔

جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا ایک مثبت فارمولا تھا اَور جمعیۃ علماءِ ہند کے اَرکان کو اِس پر اِتنا وثوق اور یقین تھا کہ وہ ہر ایک کے سامنے اِس کو پیش کر سکتے تھے۔ چنانچہ وزارتی مشن آیا تو جمعیۃ علماءِ ہند کے نمائندہ حضرات نے اِس کو نہ صرف یہ کہ پیش کیا بلکہ اِس پر مشن کی پسندیدگی بھی حاصل کی۔

مولانا آزاد مرحوم نے اپنی مشہور کتاب ''اِنڈیا وِنس فریڈم'' میں واضح کردیا ہے کہ اِن کا پیش کردہ فارمولا ''وزارتی مشن'' نے منظور کرلیا تھا۔

یہی وہ فارمولا ہے جس کو مولانا آزاد نے پیش فرمایا تھا۔ مزید تفصیل چند سطروں کے بعد

ملاحظہ فرمائیں۔

وزارتی مشن کی آمد اور جمعیۃ علماءِ ہند کی نمائندگی

اَبھی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات تمام ہندوستان میں مکمل نہیں ہوئے تھے کہ ۲۳ رمارچ ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن کراچی پہنچ گیا۔ لارڈ پیتھی لارنس وزیر ہند، سر اسٹیفورڈ کرپس اور جنرل الیگزینڈر وفد کے ارکان تھے۔ ایک ہفتہ آرام کرنے کے بعد یا تازہ حالات کے پورے مطالعہ کے بعد یکم اپریل سے مشن نے ہندوستانی لیڈروں سے ملاقات شروع کی۔ کُل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے صدر کی حیثیت سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی گئی تھی اَور چونکہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے ساتھ دُوسری جماعتیں بھی اشتراکِ عمل کیے ہوئے تھیں لہٰذا جنابِ صدر کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ مزید تین افراد کو اپنے ساتھ لے آئیں چنانچہ عبدالحمید صاحب خواجہ مرحوم (صدر آل اِنڈیا مسلم مجلس) شیخ حسام الدین صاحب (صدر آل اِنڈیا مجلس احرارِ اسلام) شیخ ظہیر صاحب (صدر آل اِنڈیا مومن کانفرنس)۔ اِن تینوں جماعتوں کے سربراہوں کی حیثیت سے اَور جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب (مرکزی وزیر برقیات) ترجمان کی حیثیت سے حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اِس نمائندہ جماعت کو ایک ایسے صاحبِ بصیرت سیاسی کھلاڑی کی بھی ضرورت تھی جو نمائندگانِ پریس کی شوخیوں کا جواب بھی دے سکے اُس کی حاضر جوابی دُوسری پارٹیوں کے نکتہ چینیوں کو خاموش کر سکے۔ پُرمغز و مدلّل خطابت ہر ایک دل کو مٹھی میں لے سکے۔ ایسی شخصیّت جو اِن اَوصاف کی حامل ہو، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی شخصیّت تھی۔ لہٰذا آپ کو بھی اِس نمائندہ وفد میں شریک کیا گیا۔

۱۶؍اپریل ۱۹۴۶ء کو چار بجے شام سے سوا پانچ بجے تک مشن سے ملاقات ہوئی۔ جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا وزارتی مشن کے سامنے پیش کیا گیا۔ وزارتی مشن نے اِس فارمولے سے یہاں تک دلچسپی لی کہ مقررہ وقت یعنی (نصف گھنٹہ) سے زائد ۴۵ منٹ

فارمولے کے مضمرات اَور اُس کے مفادات کو سمجھنے سمجھانے پر صرف کر دیے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب (اِنڈیا وِنس فریڈم) میں ایک فارمولے کا تذکرہ کیا ہے جس کو وزارتی مشن نے خاص طور پر پسند کیا تھا اَور اِسی کی بنیادوں پر اپنا اعلان مرتب کیا تھا۔ مولانا آزاد نے اِس کتاب میں اِس فارمولے کو اگر منسوب کیا ہے تو صرف اپنی جانب لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا تھا جو جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس لاہور (مارچ ۱۹۴۲ء) میں مرتب کیا گیا اَور اجلاس سہارنپور (مئی ۱۹۴۵ء) میں اِس کی مزید توثیق اور تشریح کی گئی تھی۔

سیاسیات سے دلچسپی رکھنے والے اخبار بین طبقہ کو تقریباً ۱۶؍سال پہلے یہ بات فراموش نہیں ہوئی ہوگی کہ مذکورہ بالا ملاقات سے ایک ماہ بعد ۱۶؍مئی ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن نے جو سفارشات پیش کیں وہ اُن ہی لائنوں اور خطوط پر تھیں جن کی طرف جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا اِشارہ کر رہا تھا۔

وزارتی مشن نے پاکستان کی تردید کرتے ہوئے نظریۂ پاکستان کو ہندوستان کے لیے مضرت رساں قرار دیا تھا۔ اِن سفارشات کی بنیاد پر ۲؍ستمبر ۱۹۴۶ء کو عارضی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو کیبنٹ کے ۱۴ ممبروں میں پانچ مسلمان تھے یعنی ۳/۱ سے کچھ زیادہ اور مالیات کا اہم ترین محکمہ نواب زادہ لیاقت علی خان کے سپرد کیا گیا تھا۔

مگر بخت واژگوں نے پھر پلٹا کھایا، لیگ کی طرف سے ردِّعمل تو لازمی تھا لیکن برطانوی ایجنٹوں کی دورُخی پالیسی نے اِس کی نوعیّت میں خونریزی بھی شامل کر دی۔ اِنتہا یہ کہ تقسیم کا سوال پھر شدّت سے سامنے آیا اور اِس مرتبہ کانگریس کی غیر معمولی اکثریت بھی تقسیم کی حامی بن گئی۔

سیاست کا یہ دور بھی نہایت پر پیچ تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اِس کے متوقع نتائج کسی ایک فیصلے پر متحد کرنے کے بجائے ہر ایک فریق کے لیے متضاد دلائل مہیّا کر رہے تھے۔ مثلاً یہ بات مشہور ہے کہ سردار پٹیل جو اِس عارضی حکومت میں وزیر داخلہ بنائے گئے تھے

اُن کو اِس سے سخت تکلیف ہوئی کہ وہ اپنے اختیارات سے ایک چپڑاسی کا تقرر بھی نہیں کر سکتے، چپڑاسی کے لیے بھی وزیر مال نواب زادہ لیاقت علی خاں کی منظوری کے محتاج ہیں (جنہوں نے پارلیمنٹ سے ایک ایسا میزانیہ منظور کرالیا تھا جس نے ہندوستان کے سرمایہ داروں کو سراسیمہ کر دیا تھا)۔

اس ایک واقعہ سے قوم پرور مسلمانوں کی یہ دلیل مضبوط ہو رہی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان ایک فیصلہ کن پوزیشن اختیار کر سکتے ہیں بلکہ ایسی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں کہ اکثریت اِن کی دستِ نگر بن جائے اور اِسی ایک واقعہ نے سردار پٹیل جیسے ہندو اِزم کے حامیوں کو یہ سبق دے دیا تھا کہ تقسیم ضروری ہے کیونکہ سیاسی اقتدار میں اگر مسلمانوں کی شرکت رہی تو اُن کو ہندو اِزم کے چمکانے اور من مانی کارروائی کرنے کی کھلی چھٹی نہیں مل سکے گی۔

فرقہ پرستی کہاں کہاں تھی

کہا جاتا ہے کہ مسٹر جناح اور اُن کے ساتھی مسلم رہنماؤں کی ذہنیت فرقہ پرست تھی مگر سردار پٹیل جیسے قوم پرست نے جس ذہنیت کا ثبوت پیش کیا اِس کے لیے بھی فرقہ پرستی کے علاوہ کوئی اور عنوان نہیں ہوسکتا الفاظ میں اگر تبدیلی کی جائے تو سردار پٹیل کی ذہنیت کے لیے ''زہریلی سامپر دا یکتا'' کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ بہرحال سیاست کا یہ وہ نازک موڑ تھا جس کی نظیر شاید ہندوستان کی پوری تاریخ میں نہ مل سکے۔

اِنڈین نیشنل کانگریس کو عام طور پر کامیاب تصور کیا جاتا ہے، بے شک وہ ہر لحاظ سے کامیاب رہی کہ انگریز کو ہندوستان بدر کر کے سیاسی اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن اگر کسی بااُصول جماعت کی کامیابی کا مدار اصول کی کامیابی پر رکھا جائے تو صحیح بات یہ ہے کہ کانگریس ناکام رہی کیونکہ اُس کے دونوں اصول یعنی (۱) پورے ہندوستان کا اتحاد اُور (۲) بلا تفریق مذہب وملّت تمام ہندوستانیوں کی قومیت کا اتحاد، یہ دونوں اصول پاش پاش ہوگئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں کانگریس کا عذر یہ تھا :

''حالات نے ہر ایک دماغ کو مجبور کر دیا ہے کہ جو حل بھی موجودہ اُلجھاؤ کو ختم کر سکتا ہو اُس کو تسلیم کر لے۔ کانگریس کے سامنے یہ سوال نہیں تھا کہ کونسا منصوبہ منظور کیا جائے بلکہ سوال یہ تھا کہ گومگو اَور غیر اطمینانی کی موجودہ تباہ کن حالت باقی رہے یا سب سے پہلی فرصت میں اِس کو ختم کر دیا جائے۔ کانگریس متحدہ ہندوستان کے نظریہ سے جدا نہیں ہوئی لیکن وہ حقِ خود اِرادیت کو بھی تسلیم کر چکی تھی کہ جو علاقے یونین میں شامل نہ ہونا چاہیں اُنہیں مجبور کرنے کے خلاف ہے۔''

یہ دماغوں کی مجبوری کیا تھی ، یہ وہی فرقہ واریت تھی جو دونوں پلیٹ فارموں پر رقص کر رہی تھی جس کا افسوسناک اَثر یہ تھا کہ ۳/ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیمِ ہند کی اسکیم کا اعلان ہوا اور ۱۶/ جون تک کانگریس اَور مسلم لیگ (ہندوستان کی دونوں بڑی جماعتوں نے) اِس کے حق میں منظوری صادر کر دی۔

(الجمعیۃ کا مجاہدِ ملّت نمبر ص ۵۸ تا ص ۶۱ خصوصی شمارہ مطبوعہ دہلی)

آپ نے یہاں تک پڑھ کر یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ جمعیّت علماءِ ہند کا اپنا الگ فارمولا اور موقف تھا جیسے کانگرین اور مسلم لیگ کے جدا جدا فارمولے تھے۔ مسلم لیگ اور جمعیۃ کے فارمولوں کی بنیاد یہ تھی کہ مسلمانوں کے لیے کونسا فارمولا بہتر رہے گا اور یہ حضرات اپیلیں کرتے رہے ہیں کہ جمع ہو کر بیٹھیں اور ہر فارمولے کے روشن و تاریک پہلو پر غور کر کے دو میں سے ایک پر اِتفاق کر لیں اِس میں کانگریس کی ہمنوائی کو کوئی دخل نہ تھا۔ یہ بات بہت ہی غلط مشہور کی جا رہی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ایسی بدگمانیوں سے پرہیز کرنا اور تائب ہونا ضروری ہے۔

علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اَور پاکستان :

علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ذہن میں پاکستان کا یہ خاکہ تھا کہ پورا آسام، پورا بنگال، پورا پنجاب اور کشمیر کے کافی حصہ پر مشتمل ایک مضبوط مملکت ہوگی جہاں اسلامی نظام نافذ ہوگا۔ اُن کے خیال کے مطابق پاکستان ہندوستان کا نقشہ یہ ہوگا۔

لیکن پاکستان جب معرضِ وجود میں آیا تو وہ علاّمہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تصور کردہ خاکہ سے بہت چھوٹا بنا، تقریباً پورا آسام نصف بنگال ہندوستان میں رہ گیا پنجاب پورا ہوتا تو دہلی پاکستان میں ہوتی کیونکہ دہلی جمنا پار نہیں ہے، دہلی سے آگے دریائے جمنا ہے اور بنگال پورا ہوتا تو ٹاٹا کے کارخانے اور کلکتہ کا عظیم شہر اور بندرگاہ پاکستان میں ہوتیں یہ علامہ عثمانی کا خیال تھا جو پورا نہ ہوسکا۔ علامہ عثمانی اور حضرت مدنی کے مناظرہ کا قصہ فرضی ہے جب یہ قصہ وضع ہوا تو حضرت مدنی نے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کا نام ''کشفِ حقیقت'' ہے۔ اِس کے کچھ حوالے ابھی آپ نے پڑھے ہیں۔

سیٹھی صاحب نے سوال کیا ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذریعہ معاش کیا تھا۔ بھائی وہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے تنخواہ لیا کرتے تھے اُن کے بارے میں تنخواہ اَور اُس کے لینے میں احتیاط کہ اگر

وہ غیر حاضر ہوتے تھے تو اپنی تنخواہ میں سے غیر حاضری کے دِنوں کی تنخواہ خود دفتر محاسبی دارالعلوم کو واپس کر دیتے تھے یہ سب کچھ آپ کو دارالعلوم کے ریکارڈ میں مل جائے گا وہاں خط لکھ کر دریافت کرلیں۔

ایک مسلمان جو قرآن پاک پڑھتا ہو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ رزق رسانی خدا کا کام ہے بارھواں پارہ اِسی آیت سے شروع ہوا ہے وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّاعَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا اور اَٹھائیسویں پارہ میں خدا کا وعدہ ہے وَمَن يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو خدا پر بھروسہ کرے خدا اُس کے لیے کافی ہے پھر ایسا سوال اُٹھانا ایک کامل مسلمان سے تو بعید ہے۔

تقسیم ہند کے بعد :

آخر میں یہ بھی عرض کردُوں کہ تقسیمِ ہند کے بعد (جمعیت علماء کے) اِن حضرات نے مشرقی پنجاب میں لاکھوں مسلمان برآمد کیے جو وہیں رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے بظاہر ترکِ اسلام کرکے ہندوانہ وضع اختیار کرلی تھی اُن کو سہارا دیا حوصلے بلند کیے اُن کے لیے شبینہ مدارس قائم کیے۔ اِسی طرح وہاں جابجا تبلیغی جماعت پہنچی اور یہ کام سر ہتھیلی پر رکھ کر انجام دیا جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ .

حضرت مدنی نے حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہما کو بھی اُس زمانہ میں اپنے وطن سرگودھا آنے سے روکے رکھا۔ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یوپی پنجاب سرحد پر واقع شہر سہارنپور ہی میں قیام فرمارہے، یہ حضرات پورے مسلمانانِ ہند کو آباد رکھنے کا ذریعہ بنے جو بلا شبہ بڑا جہاد ہے۔ دُنیائے اِسلام کے نامور عالم مولانا السیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اِن ہی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے میں اُن کی اس تحریر پر مضمون ختم کرتا ہوں، وہ تحریر فرماتے ہیں :

ایک بہت بڑا کارنامہ

> مولانا کا ایک بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے، یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں اَور اُس کے بعد ہندوستان میں مسلمان کی بقاء و قیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی ۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ بڑے بڑے کوہ استقامت جنبش میں آ گئے۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ اَب ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں مسلمانوں کی تاریخ میں دو ہی چار دور ایسے گزرے ہیں جب مسلمان اور اِسلام کی بقاء کا سوال

آ گیا۔ ۱۹۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اِسی نوعیّت کا تھا۔ اصل مسئلہ سہارنپور کے مسلمانوں کا تھا اور سارا دارومدار اِن پر تھا۔ یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یو پی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آ جاتے۔ سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ پر تھا۔ اُس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ دو صاحبِ عزم مجاہد بندے وہاں جمع رہے ایک رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیو بند میں۔ آپ کو معلوم ہوگا یہ رائے پور اور دیو بند مشرقی پنجاب کے اُن اضلاع سے متصل ہیں جہاں کشت وخون کا ہنگامہ گرم تھا لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے اور اِنہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اِسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا۔

اِنہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اگر فتوی کی ضرورت ہو تو ہم فتوی دینے کو تیار ہیں۔ اِس وقت ہندوستان میں جو مسجدیں قائم ہیں اور اُن میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی یہ اُن کا طفیل ہے، ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں قائم ہیں اَور جو فیوض و برکات اُن سے صادر ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے اِن ہی کے مرہونِ منّت ہوں گے اور اِن سب کا ثواب اِن کے اعمال نامے میں لکھا جاتا رہے گا۔ اِس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سارے ملک کا دَورہ بھی کیا ایمان آفریں اَور وَلولہ انگیز تقریریں بھی کیں اور اپنے ذاتی اَثر ورُسوخ اپنی تقریروں اور خود اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو اِس ملک میں رہنے اور اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اَور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔

(مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی زِید مجدہم، ماخوذ اَز واقعات ص ۲۱۹)

حامد میاں غفرلہٗ

دوشنبہ ۲۹ / صفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۵ / دسمبر ۱۹۸۳ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور